جدید تہذیبی تصادم اور اسلام

مولانا ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ

ہم جس عہد میں سانس لے رہے ہیں، یہ عالمی سطح پر تہذیبی تصادم کا دور ہے، دنیا کی مختلف ثقافتوں، نظریات، اصولوں اور نظاموں میں باہم کش مکش جاری ہے۔ آج نامور مغربی مفکرین اور مؤرخین زور شور سے اس فکری کش مکش اور تہذیبی تصادم کی باتیں کررہے ہیں، آج نہ صرف ملکی قوانین اور پالیسیاں بل کہ تعلیم وثقافت سے لے کر آرٹ اور روزمرہ زندگی کے مظاہر تک سب اس بنیادی تصور زندگی اور نظریۂ حیات یعنی نظریہ کائنات (Weltanshauung) سے اس طرح وابستہ ہیں، جس طرح کسی درخت کی شاخیں اور پھول اس کی جڑ سے وابستہ ہوتے ہیں۔

آج کے اس نظریۂ حیات کا ایک امتیازی وصف مذہب کے معاملے میں (بہ ظاہر) ایک مکمل غیر جانب داری کا ہے، لیکن درحقیقت آج کے سارے اجتماعی تصورات یا تو مذہب دشمن ہیں یا لامذہبی طرزِ عمل پر مبنی ہیں، یا کم از کم مذہب کے بارے میں غیر جانب داری کے مدعی ہیں۔ اس کا ایک اہم اور لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج کا انسان مذہبی عقائد کے بارے میں کسی اجتماعیت کو قبول کرنے میں سخت پس وپیش سے کام لیتا ہے اور مذہب کے معاملے میں انفرادیت پسندانہ رویے کو ہی ایک قابل قبول اور قابل برداشت رویہ سمجھتا ہے۔

تہذیبوں کا یہ تصادم نوع انسانی کو ہر آن طرح طرح کے پیچیدہ مسائل میں الجھا رہا ہے، ویسے تو دنیا کی ہر قوم اپنی جداگانہ تہذیب کا پرچم اٹھائے ہوئے اس رزم گاہ میں اتری ہے، لیکن عالمی تہذیبی تصادم کے منظرنامے پر صرف دو ہی ایسی تہذیبیں آمنے سامنے دکھائی دیتی ہیں، جن کی کش مکش سے پوری دنیا متاثر ہو رہی ہے:

(۱)......ایک طرف دین فطرت اسلام کی آفاقی روحانی تہذیب ہے جو پوری نوع انسانی کے لئے خیر وفلاح کا ابدی پیغام لئے ہوئے ہے۔

(۲)......اور دوسری جانب مغرب کی اباحیت پسند تہذیب ہے، جو دین سے بے زار، میکانکی نظریۂ حیات پر استوار

اور مخلوط معاشرت کی علم بردار ہے، ان دونوں تہذیبوں کا تصادم ہی بالآخر اس دھرتی کے سینے پر نوع انسانی کی آخری تقدیر کا فیصلہ لکھے گا اور اسی پر آج پوری دنیا کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں اور یہی ہے عصر حاضر کا وہ چیلنج جس سے امت مسلمہ کو عہدہ برا ہونا ہے۔

یہ دور تاریخ اسلام کا نازک ترین دور ہے، آج مختلف ذرائع سے دنیائے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، پبلسٹی اور پروپیگنڈے کا ایک طوفان ہے جو دنیائے اسلام کے خلاف کھڑا کر دیا گیا ہے، یہ دور معلومات کی وسعت اور نت نئے انکشافات کے انفجار (Explosion) کا دور ہے، انفجار معلومات کی جتنی شکلیں انسانوں کے تصور میں آسکتی ہیں، وہ سب اس دور میں استعمال کی جارہی ہیں، آج سے پچاس سال قبل لوگوں کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ معلومات واطلاعات اس تیز رفتاری کے ساتھ ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل کی جاسکتی ہیں، جتنی وسعت کے ساتھ آج منتقل ہو رہی ہیں، آج ایک مغربی ملک میں ایک مفکر ایک نظریہ پیش کرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے کرۂ ارض کے علمی حلقوں میں بحث وتمحیص کا موضوع بن جاتا ہے، آج ایک بڑی طاقت کا سربراہ نئے عالمی نظام کا ذکر کرتا ہے اور دنوں یا ہفتوں میں نہیں، گھنٹوں کے اندر اندر وہ دنیا بھر کی سیاسیات کا سب سے اہم عنوان قرار پا جاتا ہے۔

اس صورت حال سے دنیائے اسلام بھی متاثر ہو رہی ہے، آج پاکستان کی ایک ماتحت عدالت میں ایک غیر مسلم کے خلاف ملکی قانون کے تحت ایک مقدمہ دائر ہوتا ہے اور چند دنوں کے اندر اندر وہ دنیا کے اخبارات اور ذرائع ابلاغ کی خبروں اور فیچروں کی سب سے اہم خبر بن جاتا ہے یا بنا دیا جاتا ہے، ایک عدالت سے دو غیر ملکیوں کو قانون کے مطابق سزا ہوتی ہے اور روئے زمین کے ہر گوشے سے اتنا شدید ردعمل سامنے آتا ہے کہ کم زور ایمان مسلمان اور کم زور تخت وتاج والے حکمران اندر سے حیراں و پریشاں اور باہر سے لرزاں وترساں نظر آتے ہیں، ایک مسلم ملک میں ایک عالم دین ایک بات کہتا ہے اور دنیا اس طرح ہل جاتی ہے جیسے کوئی خستہ حال عمارت زلزلے کا شکار ہو گئی ہو۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ آج کا دور محدودیت کا دور نہیں ہے، آج کا دور کسی انغلاق کا دور نہیں ہے کہ کوئی قوم اپنے آپ کو کسی خول میں بند کر کے یہ سمجھنے لگے کہ وہ اپنے کو محفوظ کر لینے میں کامیاب ہو گئی ہے، آج کا دور تفتح کا دور ہے، دنیا کی ہر قوم اپنے دروازے اور کھڑکیاں دوسروں کے لئے کھول دینے پر مجبور ہے، سوویت یونین جیسی دہشت انگیز طاقت تک کے آہنی پردے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں، ان حالات میں مسلمانوں کا یہ سمجھ لینا کہ ہم دنیا سے آنکھیں بند کر کے دنیا کی آنکھیں بھی بند کر دیں گے، درست نہیں ہے، آج مسلمان جو کچھ کریں گے، اس کے اثرات پوری دنیا پر ہوں گے، آج مسلمان جو کہیں گے، وہ ساری دنیا میں سنا جائے گا اور اس پر موافقانہ اور مخالفانہ دونوں انداز سے رائے زنی ہوگی۔

مغرب کی مسلسل پھیلتی ہوئی بالادستی کا جو گزشتہ دو صدیوں میں بڑھتی گئی، نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اسلام اور مسلم کلچر کو غلط سمجھا

گیا۔ نظری اعتبار سے بہت سے لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کا ایک اپنا دنیاوی نظریہ ہے جو زندگی کے بارے میں نقطہ نظر پیدا کرتا ہے، یہ وہ بنیادی تصور ہے جو انسان کے اس دنیا میں مقام و مرتبے کا تعین کرتا ہے اور اس کائنات کے ساتھ اس کے رشتے و تعلق کی نوعیت کا تعین کرتا ہے، جس پر اس زندگی میں اس کے کردار کے متعلق دوسرے تمام سوالات کا دارومدار ہے، دنیا کے بارے میں لوگوں کے نقطۂ نظر کو جس قدر بھی کم سنجیدگی سے لیا جائے، اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ یہی ان کی زندگیوں کو منظم بناتا اور ان کے کاروبارِ حیات میں ترقی کو باضابطہ بناتا ہے۔

اس رعایت کے باوجود مسلمانوں میں عام طور پر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ ہمارے مغربی دوست اور ان کے مغربیت میں رنگے ہوئے پیروکار زندگی کے بہت سے اہم مسائل کے مقابلے میں مسلمانوں کے مقام و مرتبے کو بہ نظر تحسین نہیں دیکھتے۔ اگر کسی گروہ کا دنیاوی نقطہ نظر اس کے نظریات اور آرا کو ایک شکل دینے میں کوئی کردار ادا کرتا ہو اور اگر پہلے کے کئی نتائج، بعد کے نتائج سے مختلف ہوں تو پھر مسلمانوں کے حقوق کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ وہ کئی معاملات میں ان لوگوں کے حقوق سے مختلف ہوں گے، جن کا دنیاوی نقطۂ نظر ان کے نقطۂ نظر سے مختلف ہے، ایک ایسا معاشرہ جو اپنے اخلاقی ڈھانچے اور خاندانی زندگی کو بنیادی اہمیت دیتا ہے، اس معاشرے سے ضرور مختلف ہوگا جو معاشی امور کو اگر منفرد نہیں بناتا تو ایک فرد کے مفادات کو زیادہ اہمیت ضرور دیتا ہے، مثال کے طور پر میاں بیوی کے درمیان پائے جانے والے رشتے و تعلق کی نوعیت ایک اسلامی معاشرے میں جدید مغربی معاشرتی ڈھانچے میں پائے جانے والے تعلق سے مختلف ہوتی ہے، ایک ایسا معاشرہ جس میں خاندان کا تحفظ معاشرے کے ایک بنیادی چھوٹے سے حصے کی حیثیت رکھتا ہے، اسے بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کو خاندان کے ادارے کی حفاظت اور بچاؤ کے بارے میں بہت محتاط رہنا ہوگا، ایسے معاشروں میں خاندان کو اپنی بنیاد اسلام کی سماجی و اخلاقی ساخت پر رکھنی پڑتی ہے، خاندان کی سماجی ہم آہنگی اور یکجہتی میں خلل ڈالنے کی ہر کوشش، جیسا کہ ایک مثالی اسلامی ڈھانچے میں یہ تصور موجود ہے، خود اسلامی معاشرے پر حملہ تصور کیا جائے گا، اس میں اس لئے حیرت کی کوئی بات نہیں کہ ایسی کوششوں کو اسلام شیطانی کوششیں سمجھتا ہے اور سنت انہیں ناپاک قرار دیتی ہے۔

معاشرہ اور ریاست، اسلام میں اپنے اندر اختتام پذیر نہیں ہو جاتے بل کہ یہ تو اس کائنات میں انسان کے مقصدِ حیات کے حوالے سے کچھ مقاصد کے حصول کے صرف ذرائع ہیں، قرآن کے مطابق یہ مقصد ایک ایسے انسان کی تخلیق ہے جس نے اعلیٰ اخلاقی اقدار کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہو، جس نے خالق کائنات کے حتمی مقاصد کو پورا کرنے کا عہد کر رکھا ہو اور جو ان آدرشوں اور مقصودات سے پوری طرح واقف ہو جو اس کے خالق نے اسے سکھائے تھے، اس سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ انسان کو ہمہ وقت یہ احساس رہے کہ اس نے آگے چل کر اپنے تمام ظاہر اور چھپے ہوئے اعمال وافعال کا حساب دینا ہوگا، یہ احتساب ہمہ گیر، کلی، جامع اور اٹل ہونا چاہئے، تاکہ کسی فرد کو یہ توقع نہ ہو کہ وہ اس سے بچ

جائے گا، یہ کلی، جامع اور اٹل احتساب جس کے لئے ہر انسان کو تیار رہنا چاہئے، وہ واحد غایت ہے جو ایک انسانی معاشرے میں حقیقی عدل وانصاف کے حصول کو یقینی بناتی ہے۔

اسلامی اصولوں پر تشکیل پانے والے معاشرے کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اس عہد و پیمان کی پرورش کرے، تاکہ اس احتساب کی آزمائش سے کامیاب گزر جائے، کیوں کہ اگر یہ احساس کم زور پڑ جائے یا گہنا جائے تو مردوں اور عورتوں کی مضبوط مادی خواہشات اور جسمانی رجحانات کو اخلاقی حدود کے اندر رکھنے کا کوئی باطنی جواز نہیں رہ جاتا، اسی پہچان پر اسلام میں کوئی ریاست اپنے شہریوں کی سماجی زندگی کے اس بنیادی مفاد سے غافل رہنے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اسلامی ریاست اپنے اخلاقی نصب العین کے بارے میں غیر جانب دار نہیں رہ سکتی، اس کے وجود کا جواز صرف اس وقت بنتا ہے جب یہ ان اصولوں کی حفاظت اور ترقی کے لئے سرگرم عمل رہے، جن کی بنیاد پر یہ وجود میں آئی ہے، چناں چہ اس کا ایک مثبت نظریاتی کردار ہے، جو اسے اپنے اہداف کی ترقی کے لئے ادا کرنا چاہئے، نہ صرف یہ کہ ایک اسلامی ریاست بل کہ کوئی بھی مہذب اور ذمے دار سیاسی سرگرمی ان بنیادوں کے بارے میں غیر متحرک اور لاپروا رہنے کی متحمل نہیں ہوسکتی جن پر اس کا وجود کھڑا ہو، ماضی قریب میں ہم نے جدید دنیا کی چند نہایت اہم اور بڑی توانا نظریاتی ریاستوں میں سے ایک ریاست دیکھی، اپنے پروگرام سے اس کے عہد و پیمان اور فلسفے نے اس کے لئے اس بات کو ضروری ٹھہرایا کہ اسے نہ صرف اپنے قومی پروگرام تیار کرنے بل کہ اپنی بین الاقوامی پالیسیاں وضع کرنے کے لئے بھی ایک فعال نظریاتی کردار ادا کرنا چاہئے، جدید مغربی ریاستیں جو اس دور کی واحد محوری دنیا میں برسرِ اقتدار سپر پاور کے نصب العین کو آگے بڑھانے میں مصروف ہوں، اپنی موجودگی کی فلسفیانہ بنیاد کے بارے میں کسی طرح بھی غیر جانب دار نہیں ہیں، ایک مغربی جمہوری نظام جس کی بنیاد سیاسی پارٹیوں، بالغ رائے دہی، آزاد مارکیٹ معیشت اور آزاد خیال نہ کہ بداخلاق سماجی ڈھانچے پر ہو، مغربی نظام کے بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے، مغرب کا ان مقاصد کے لئے حصول کے لئے کیا گیا عہد اتنا بے لچک ہے کہ بعض اوقات تو یہ سیاسی گلا گھونٹنے اور ذہنی گھٹن کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے۔

بہ ظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے مشرق میں مغرب اور اس کی اقدار اور مقاصد کے علم بردار مشرق والوں کو یہ آزادی دینے کے لئے بھی تیار نہیں کہ وہ مغربی اقدار اور معیارات سے بچ کر نکل جائیں، یہاں تک کہ مغربی جمہوری پرزہ کاری بھی جس کی بنیاد بالغ رائے دہی پر ہے، اگر مغربی سماجی اقدار، سماجی نمونوں اور سیاسی مفادات کو ترقی نہیں دیتی تو مغرب کے لئے ناقابل قبول ہوتی ہے، الجیریا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جس میں ہم سایہ مغربی طاقتیں چشم پوشی سے کام لے رہی ہیں، اسے دنیا بھر کے مسلمانوں نے مغرب کی طرف سے ان کے حق خودارادی کو تسلیم کرنے سے انکار قرار دیا ہے، ایک بڑے مغربی ملک میں نام ور معاصر مسلم محققین کی دو درجن کتابوں کی فروخت پر پابندی لگا دینے کے عمل کو مسلمانوں نے اس کے سوا کچھ نہیں سمجھا کہ مغرب نے آزادیٔ اظہار کو تسلیم کرنے سے فرار حاصل کرلیا ہے، اسلامی حکومتوں کی طرف سے

رشدی کی کتاب کی فروخت پر پابندی لگنے پر تو بہت شور ہوا لیکن تنقید کرنے والوں نے اس کتاب کی فروخت پر ایک مہذب مغربی ملک میں پابندی لگنے پر تو کوئی آواز نہیں اٹھائی تھی، دو معصوم لڑکیوں کے اس اصرار پر کہ وہ اپنے سروں کو دوپٹے یا اوڑھنی سے ضرور ڈھانپ کر رکھیں گی، مغرب میں جو رد عمل ہوا اسے مسلمانوں نے مغرب والوں کی طرف سے مغربی سماجی اصولوں کی رقابت آمیز حفاظت کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔

اس میں شک نہیں کہ امت مسلمہ دنیا کی بہترین، زندہ اور فعال (Dynamic) تہذیب کی علم بردار ہے، لیکن اس تہذیب کی توانائیوں سے پوری نوع انسانی کو بہرہ ور کرنے کی ذمہ داری امت مسلمہ کا سب سے بڑا امتحان ہے اور عصر حاضر کا المیہ یہ ہے کہ ہم اس امتحان کی نزاکتوں کا پوری طرح ادراک نہیں کر پا رہے، تہذیب مغرب کی یلغار نے امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اس کی ظاہری چکا چوند ہماری نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی ہے، حالانکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی ساری تابانی فقط جھوٹے نگوں کی ریزہ کری ہے اور

چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

کے مصداق یہ اپنے باطن میں انسانیت کے لئے تباہی و بربادی کے ہزار سامان لئے ہوئے ہے، زندگی کی اعلیٰ اقدار سے تہی دامن یہ تہذیب آج بہ ظاہر دنیا پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے، لیکن خود اس کی اپنی کوکھ سے ایک عالم گیر اضطراب، انتشار اور بدامنی کا عفریت جنم لے چکا ہے جو رفتہ رفتہ پوری نوع انسانی کو اپنے آہنی پنجوں میں جکڑ رہا ہے، یہ عصر حاضر کا سب سے بڑا آزار ہے اور نوع انسانی کو اس آزار سے بچانا، ہم مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے ارباب فکر و دانش اور اہل قلم آگے بڑھیں، اپنی بصیرت، فراست اور فہم و ادراک کی سب قوتیں بروئے کار لائیں اور مغرب کی فرسودہ تہذیب کے مکروہ چہرے سے نقاب الٹ دیں تاکہ انسانیت اس کے باطن کی تمام آلائشوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لے اور جلد از جلد اس کے حصار سے چھٹکارا پالے۔

☆......☆......☆

(کورس)
اکسیر جگر
(پریکٹیشنرز حضرات رابطہ کریں)

یہ کورس خاص طور پر ہیپاٹائیٹس "سی" کو 3 ماہ میں "نیگیٹو" کر دیتا ہے۔
مزید "جگر" کے تمام امراض میں مؤثر ترین کورس ہے جو چند روز میں مریض کو تازہ دم کر دیتا ہے
بھرپور اعتماد کے ساتھ استعمال کیجئے!

حکیم حافظ سید محمد احمد (لاہور)
042-38477326
0332-8477326